علوم حدیث میں ابوالحسن سندھی کبیر کی خدمات: ایک علمی مطالعہ

The Contribution of Abul Hassan al-Kabir in Hadith Studies: A Critical and Analytical Study

Dr. Naimatullah Soomro
Postdoc Research Fellow,Islamic Research Institute,IIUI/Associate Professor GSNMS Degree College Tharushah, District Naushahro Feroz, Sindh:
naimatsoomro296@gmail.com

Dr. Hafiz Aftab Ahmad
HOD, Department of Comparative Study of World Religions, Islamic Research Institute, International Islamic University, Faisal Masjid Campus, Islamabad:
aftab.ahmad@iiu.edu.pk

Abstract
Muslim scholars played a significant role in the promotion of Hadith literature and its sciences. Abul Hasan Muhammad bin Abdul Hadi Al-Sindhi Al-Kabir (d.1138 AH) is one of those scholars who devoted his life for the promotion of Hadith. He was an eminent scholar and jurist of his time. He contributed through his commentary notes on various books of Ahadith. His books are referred by most scholars because of its brevity and comprehensiveness. He highlighted some unique and contemporary issues in Hadith Studies. This study discusses various dimensions of his works on books of Ahadith and its relevance in the contemporary times. It also deals with the characteristics and qualities of his works in detail.
Keywords: *Abul Hasan Al-Sindhi, Hadith, Contributions, Scholars of Sindh, Contemporay challenges.*

قرآن مجید کے بعد اسلامی احکام کا سب سے اہم و بنیادی ماخذ احادیث نبویہ ہیں، احادیث نبویہ کے بغیر قرآن حکیم کے احکام کو سمجھنا ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے اہل اسلام نے نبی مکرم ﷺ کے اقوال و آثار کی حفاظت کرنے میں جو غیر معمولی سرگرمی دکھائی اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کی کاوشوں سے پہلی صدی کے آخر میں حدیث کو جمع کرنے کے ساتھ علوم حدیث کی تدوین کا بھی باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا۔

علوم حدیث میں ابو الحسن سندھی کبیر کی خدمات: ایک علمی مطالعہ

برصغیر میں اسلام کی آمد کی ابتدا صحابہ کے زمانے سے ہی ہو چکی تھی، اور بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اپنی تشریف آوری کے ذریعے سرزمینِ ہند کو شرف بخشا، چنانچہ مشہور و معروف مؤرخِ اسلام قاضی اطہر مبارک پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دس ایسے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی شمار کرائے ہیں جنہوں نے اپنے ورود مسعود کے ذریعے سرزمین ہند کو فخر بخشا، حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ، حضرت حکم بن ابی العاصؓ، حضرت حکم بن عمرو ثعلبیؓ، حضرت سنان بن سلمہؓ اور عبداللہ بن معمر تیمی رضی اللہ اجمعین یہ وہ صحابہ کرام ہیں جن کے پاک نفوس اور مبارک قدم سے سرزمینِ ہند نے برکت و سعادت حاصل کی، اسی طرح تابعین کرام نے بھی سرزمین ہند کی جانب توجہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں یہاں تک تشریف لائے اور قال اللہ و قال الرسول کے زمزمے بلند کیے، چنانچہ یہیں سے باشندگان ہند کو علم حدیث سے اشتغال اور انس پیدا ہوا اور قلیل عرصہ میں ہندوستان میں محدثین کا ایک بڑا قافلہ تیار ہو گیا، چنانچہ خلف بن سالم سندھیؒ (۲۳۱ھ) محمد بن رجا سندھیؒ (م۲۸۶ھ) شیخ ابو الحسن لاہوریؒ (م۵۲۹) ابو الفوارث احمد بن محمد سندھیؒ (م۳۴۹) یہ سب ابتدائی زمانے کے محدثین ہیں۔ اسی طرح بعد کے زمانے میں امام محمد بن صنعانی بدایونیؒ، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (۶۶۶ھ) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ یہ وہ نام ہے جنہوں نے علم حدیث میں گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں۔

دوسرے خطوں کی طرح سندھ میں بھی علوم حدیث کے متعلق سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں، سندھ میں بعض صحابہ کرام و محدثین عظام کی آمد کا پتہ چلتا ہے، دوسری طرف اس خطہ کے لوگ بھی اسلامی دنیا کے مختلف علمی مراکز کا رخ کرتے رہے، اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں میں یکسوئی سے منہمک رہے، متعدد سندھی علماء نے احادیث نبویہ کی مختلف انداز سے خدمت کی ہے، بعض اہل علم نے احادیث کی تشریح و تفہیم میں خوب کوشش کی ہے، ان شخصیات میں سے متبحر محدث، عظیم المرتبت عالم وبلند پایہ شارح صحاح ستہ، مخدوم محمد بن عبد الہادی ٹھٹوی المعروف ابو الحسن سندھی (متوفی ۱۱۳۸ھ) بھی ایک ہیں، انہوں نے صحاح ستہ سمیت مختلف کتب کے حواشی و شروحات تحریر کی ہیں، اس مقالے میں علوم حدیث پر ان کی خدمات کا علمی مطالعہ پیش خدمت ہے۔

مختصر احوال و آثار:

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: مخدوم محمد بن عبد الہادی ٹھٹوی المعروف ابو الحسن سندھی (کبیر)۔ کبیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابو الحسن کے کنیت سے سندھ ایک اور عالم (علامہ محمد بن صادق) بھی ہیں، جن کو صغیر کہا جاتا ہے، دونوں میں تفریق کے لئے کبیر اور صغیر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔[1]

آپ سندھ کے معروف علمی مرکز ٹھٹہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی ہے۔ البتہ قرائن و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت گیارہویں صدی ہجری کے نصف اخیر میں ہوئی ہے۔

آپ کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا، آپ کے والد اپنے دور میں ٹھٹہ کے ایک بڑے عالم تھے۔ آپ نے تعلیم و تربیت اپنے والد اور دیگر علماء سے پائی، ٹھٹہ میں ان کے اساتذہ میں سے صرف ان کے والد عبد الہادی سندھی کا نام ملتا ہے۔ مختلف علوم میں اتنی مہارت حاصل کی جو اپنے علاقے میں ایک محقق عالم کی حیثیت سے طالبان علم کے مرجع ہو گئے۔[2] اپنے وطن اور حرمین شریفین کے جید علماء سے تحصیل علم کیا۔[3]

---

[1] علامہ غلام مصطفی قاسمی نے مقالات قاسمی میں لکھا ہے کہ بارہویں صدی ہجری میں سندھ میں ابو الحسن کی کنیت سے چار علماء گزرے ہیں: (1) میوں ابو الحسن سندھی (ت: 1125ھ)، جو سندھی صور تخطی کے بانی تھے، آپ فقہی مسائل کے ماہر اور صاحب طریقت تھے۔ آپ کی منظوم کتاب مقدمۃ الصلوٰۃ سندھی زبان کی پہلی کتاب ہے، جو عربی رسم الخط میں لکھی گئی۔ (2) ابو الحسن کبیر (3) ابو الحسن صغیر (4) ابو الحسن داہری، جو اپنے دور کے بڑے بزرگ اور نقشبندی طریقہ کے صوفی تھے۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں، جن میں سے "ینابیع الحیاۃ الابدیۃ فی طریق طلاب النقشبندیۃ" مشہور ہے۔

قاسمی، علامہ غلام مصطفی، مقالات قاسمی (حیدرآباد، نظیر احمد قاسمی، 2000ء)، ص: 388-390۔

[2] عبد الحي بن فخر الدين بن عبد العلي الحسني، نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر/ الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام (بيروت، دار ابن حزم – الطبعة الأولى: 1420 هـ/ 1999م) 6: 685

[3] محمد خليل بن علي بن محمد بن محمد مراد الحسيني، أبو الفضل(ت: 1206هـ)، سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر (بيروت، دار البشائر الإسلامية/ دار ابن حزم الطبعة الثالثة 1408 هـ - 1988 م) 4: 66 و بهٹی، محمد اسحاق، فقہاء ہند، (لاہور: مؤسسة الثقافة الاسلامية) ج 5، حصه دوم، ص: 170۔

اسفار

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سفر وسیلہ ظفر ہے، سفر سے انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ طلب علم میں سفر کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم متقدین کے حالات کی ورق گردانی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں طلب علم میں ہزاروں میل طے کیے۔ خطیب بغدادی نے "الرحلة فی طلب الحدیث" نامی ایک کتاب لکھی ہے، جو علم حدیث کی طلب میں سفر کرنے کے موضوع پر ہے۔ نیز ایک صحابی (جابر بن عبد اللہ) کا قصہ بھی مشہور ہے، جس نے ایک حدیث کی سماع کے لئے سفر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے طلب علم میں نے سفر اور ترک وطن کو بڑی اہمیت دی ہے۔ بعض علماء کے احوال میں آتا ہے کہ وہ برسہا برس اپنے وطن سے دور رہے۔

چنانچہ شیخ ابو الحسن سندھی نے بھی اسفار کیے، بلکہ حرمین شریفین کی طرف ہجرت کر کے ہمیشہ کے لئے وہاں کے باشندہ بن گئے اور آپ کی تدفین بھی جنت البقیع میں ہوئی۔

مشہور بات ہے کہ آپ نے پہلا سفر تستر کی طرف فرمایا۔ بظاہر یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس دور میں تستر کی اتنی علمی اہمیت نہیں تھی کہ اس کی طرف سفر کیا جائے۔ غالب گمان یہی ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے، جس ٹھٹہ کو تستر سمجھ کر لکھا ہو۔[4]

آپ نے حرمین شریفین کی طرف سفر فرمایا۔ واقعات کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیارہویں صدی کے اخیر کی بات ہے۔ حرمین شریفین میں آپ نے مندرجہ ذیل اساطین علوم سے استفادہ کیا:

1. ابو عبد اللہ محمد بن علاء الدین شمس الدین (متوفی ۱۰۷۷ھ)،
2. برہان الدین ابراہیم بن حسن کردی کورانی (متوفی ۱۱۰۲ھ)، آپ ایک بڑے محقق اور فقیہ تھے۔ آپ کی تعلیم وتربیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اپنے والد اور مدینہ منورہ کے دیگر علماء کے پاس پڑھے۔ آپ کی تصانیف میں "شرح شواہد الرضی للبغدادی" کے اختصار کا نام آتا ہے۔ آپ کی وفات بھی مدینہ منورہ میں

---

[4] الولی، (حیدرآباد (سندھ) شاہ ولی اللہ اکیڈمی) اکتوبر / نومبر 1976ء ص:20۔

ہوئی اور بقیع میں دفون ہوئے۔

3. محمد بن عبد الرسول برزنجی (متوفی ۱۰۴۰ھ)، آپ کا پورانام ونسب اس طرح ہے: محمد بن عبد الرسول بن قلندر بن عبد السید بن عبد الرسول الحسینی البرزنجی الشہرزوری ثم المدنی الشافعی۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

4. شیخ عبداللہ بن سالم بصری (متوفی ۱۱۳۴ھ)، آپ شارح بخاری ہیں، ان کی شرح بخاری ایک بے مثال شرح ہے، جو ضیاء الساری کے نام سے موسوم ہے۔ اس نام سے ابجد کے لحاظ سے شرح کی ابتدا کا سال نکلتا ہے۔ آپ نے صحاح ستہ کی تصحیح کا کارنامہ سرانجام دیا۔

5. محدث یوسف بن ابراہیم زہری، شروانی (متوفی ۱۱۳۴ھ) وغیرہ . وہاں کے کثیر نامور علماء ومشائخ سے فیضیاب ہوتے رہے۔[5]

تدریس:

جملہ علوم میں فارغ التحصل ہونے کے بعد آپ نے تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ حرم مدینہ میں تفسیر بیضاوی، صحاح ستہ، موطا امام مالک، مسند امام احمد، فقہ میں درس ہدایہ دیتے رہے۔ ان سے مستفید ہونے والوں کا شمار ممکن نہیں، معروف تلامذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں:

1. محمد حیات سندھی (متوفی ۱۱۶۳ھ)، علامہ شیخ محمد حیات سندھی بارہویں صدی ہجری کے نامور عالمِ دین، محدث، فقیہ اور مجتہد تھے۔ علم حدیث اور فقہ میں بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مسجد نبوی میں تدریسی خدمات انجام دینے میں گزارا اور بہت سے نامور علمائے کرام پیدا کیے۔ سندھ کے شہر گھوٹکی کے قریب عادل پور نامی گاؤں میں ان کی ولادت ہوئی۔ والد کا نام ملا ابرہیم المعروف فلاریو چاچڑ تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی، اس کے بعد سندھ کے

[5] محمد عَبْد الحَيّ بن عبد الكبير ابن محمد الحسني الإدريسي، المعروف بعبد الحي الكتاني (المتوفى: 1382ھ) و فهرس الفهارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشيخات والمسلسلات، (بيروت: دار الغرب الإسلامي)1: 148.

مشہور و معروف علمی مرکز ٹھٹہ کا رخ کیا اور وہاں محمد معین بن محمد امین ٹھٹوی سے مزید تعلیم حاصل کی۔ ٹھٹہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد نقل مکانی کر کے حجاز منتقل ہو گئے اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مدینہ منورہ میں اپنے وقت کے بڑے عالم اور محدث علامہ شیخ ابو الحسن کبیر ٹھٹوی سندھی کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے اور ان سے احادیث کی تکمیل کی۔ شیخ ابو الحسن کبیر ٹھٹوی کے علاوہ شیخ عبد اللہ بن سالم بصری، شیخ ابو طاہر محمد بن ابرہیم بن حسن کردی کورانی شافعی اور شیخ کبیر ابو الاسرار حسن بن علی عجیمی حنفی سے درسی نصاب اور حدیث میں تکمیل و اجازت حاصل کی۔ شیخ ابو الحسن کبیر ٹھٹوی سندھی کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے اور ان کی مسند پر بیٹھے اور مسجد نبویؐ میں درس و تدریس شروع کی۔ درس و تدریس کا یہ سلسلہ ان کی وفات تک مسلسل 24 برس تک جاری رہا۔ آپ کے تلامذہ میں علامہ محمد قائم سندھی، شیخ احمد بن عبد الرحمٰن شامی، شیخ محمد سعید بن محمد امین سفر المدنی، شیخ عبد القادر بن خلیل بن عبد اللہ رومی مدنی حنفی کرک، شیخ عبد القادر بن احمد بن عبد القادر، دمشق)، شیخ عبد الخالق بن ابی بکر زبیدی حنفی، امیر یمانی محمد بن اسماعیل (شارح بلوغ المرام)، شیخ ابراہیم بن مصطفی حنفی حلبی مداری (مدفون استنبول)، حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی، محمد بن عبد الوہاب نجدی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں شرح علی الترغیب والترھیب للمنذری (۲ جلدیں)، تحفۃ المحبین شرح الاربعین للنووی، مختصر الزواجر لابن حجر مکی، شرح الاربعین حدیثا من جمع الملا علی القاری، الایقاف علیٰ سبب الاختلاف، رسالہ رد بدعت تعزیہ، فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور، رسالۃ فی النھی عن عشق المردان والنسوان، رسالۃ فی حرمۃ اخذ الاجرۃ علی القرآن، مواھب الحکم شرح الحکم الحدادیۃ، موقظ الھمم شرح الحکم العطائیہ، تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوۃ والسلام شامل ہیں۔ وہ کثیر علمی ورثہ چھوڑ کر 26 صفر 1163ھ بمطابق 4 فروری 1750ء بروز بدھ مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ مسجد نبویؐ میں گنبد خضریٰ کے سائے میں آپ کی نماز جنازہ ادا ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین کی سعادتِ عظیم حاصل کی۔

2. عبد الخالق بن زین مزجاجی (متوفی ۱۱۵۲ھ)، آپ کا پورا نام ونسب اس طرح ہے: عبد الخالق بن زین بن محمد بن صدیق بن زین بن اسمعیل مزجاجی، تعلیم اپنے والد اور اپنے چچا اور دیگر علماء سے حاصل کی، آپ کی وفات 1152ھ میں ہوئی۔

3. شیخ اسماعیل عجلونی (متوفی ۱۱۶۲ھ)، آپ دمشق کے مشہور محدث اور عالم تھے، عجلون شہر میں تقریبا 1087ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے بے شمار اساتذہ ہیں جن میں ابو المواہب حنبلی، محمد کاملی، الیاس کردی شامل ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں حلیۃ اہل الفضل والکمال، الفوائد الدراری بترجمۃ الامام البخاری، کشف الخفاومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس اور شرح البخاری مشہور ہیں۔ ان کی وفات 1162ھ میں ہوئی۔

4. شیخ علی بن مصطفی دباغ شافعی (متوفی ۱۱۷۴ھ)، آپ کی ولادت 1104 میں ہوئی۔ آپ کی تصنیفات میں شرح البخاری اور حاشیہ شرح دلائل الخیرات کے نام آتے ہیں۔ ان کی وفات 1174ھ میں ہوئی۔

5. شیخ محمد بن حسن ہمات (متوفی ۱۱۷۵ھ)، آپ اصل کے ترکمانسان کے تھے، کچھ عرصہ مکہ میں رہے، پھر قسطنطینہ چلے گئے۔ آپ کی تصنیفات میں سے تحفۃ الراوی، التنکیت والافادۃ، اصطلاحات المحدثین اور شرح نخبۃ الفکر معروف ہے۔

آپ کے دیگر تلامذہ میں شیخ طٰہٰ جبرینی (متوفی۱۱۷۸ھ)، محدث شیخ محمد سعید بن سفر المدنی (متوفی ۱۱۹۲ھ)، شیخ محمد بن محمد بن عبد اللہ مالکی فاسی (متوفی ۱۲۰۱ھ)، شیخ میرک بن ابی قاسم ہروی، شیخ عبد القادر بن احمد کوکبانی، شیخ انور علی بن صالح عماری، سید علی بن ابراہیم عامر صنعانی، شیخ علی بن زین مزجاجی، شیخ علاوالدین مزجاجی، شیخ احمد بن محمد بن اسحاق وغیرہ شامل ہیں۔[6]

[6] أبي الزين عبد الخالق بن علي بن الزين المزجاجي (ت 1201 ھ)، نزھۃ ریاض الإجازۃ المستطابۃ بذکر مناقب المشائخ أھل الروایۃ والإصابۃ (بیروت: دار الفکر) ۱۴۵

ہم عصر:

آپ بارہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں، اگرچہ سندھ ابتداء اسلام سے ہی علم کا مرکز رہا ہے، لیکن سندھ کی علمی تاریخ جتنی بارہویں صدی کے علماء کے بارے میں معلوم ہے، اتنی کسی اور صدی کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ حرمین شریفین میں گذارا، جہاں دنیا بھر کے علماء آتے تھے اور تدریسی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اگر ہم تاریخ، سوانح اور اسانید کی کتابوں کی ورق گردانی کریں گے تو اس دور میں علم کے بڑے اساطین نظر آئیں گے۔ سندھ اور ہند میں آپ کے معاصرین میں ایک طرف مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مخدوم محمد معین ٹھٹوی، مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی، مخدوم قائم ٹھٹوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے علماء ہیں تو دوسری طرف شاہ عبد اللطیف بھٹائی، میر محسن، محمد پناہ رجا وغیرہ جیسے شاعر اور ادیب شامل ہیں۔ حرمین شریفین میں آپ کے معاصرین میں امام عیسی ثعالبی، شیخ عبد اللہ بن سالم البصری، شیخ احمد نخلی، مفتی عبد القادر صدیقی، شیخ ابراہیم بن حسن الکردی وغیرہ کا نام آتا ہے۔

درج ذیل سطور میں آپ کے چند معاصرین کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(1) **مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندھی،** آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، آپ کی ولادت 1104ھ میں ٹھٹہ کے قریب ایک شہر میرپور بٹھورہ میں ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد ٹھٹہ کی طرف منتقل ہوئے اور وہاں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں دو سال حرمین شریفین میں گذارے، جہاں بڑے بڑے علماء سے شرف تلمذ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مخدوم سعید ٹھٹوی، مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی الکورانی اور شیخ محدث عبد القادر بن ابی بکر بن عبد القادر صدیقی مکی شامل ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی اور سندھی میں تقریبا 175 کتابیں لکھی جو مختلف فنون میں ہیں۔ آپ کی وفات 1174ھ میں ہوئی۔

(2) **شاہ ولی اللہ (احمد بن عبد الرحیم فاروقی دہلوی)** آپ کا نام مشہور و معروف ہے۔ آپ کی ولادت 1114ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اور پندرہ سال کی عمر میں رسمی علوم سے فراغت

حاصل کی۔ دو سال حرمین شریفین میں بھی رہے، اور وہاں کے علماء سے فیضیاب ہوئے۔ ہندوستان میں علوم حدیث کی ترویج کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ آپ کے تصنیفات میں الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، حجۃ اللہ البالغۃ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن، الارشاد الی مہمات الاسناد، الانصاف فی سبب الاختلاف، المسوی من احادیث المؤطا اور المصفی فی شرح المؤطا شامل ہیں۔ آپ کی وفات 1176ھ میں دہلی میں ہوئی۔

(3) **شیخ ابو الطیب سندھی مدنی**، آپ کا نام و نسب اس طرح ہے: محمد بن عبد القادر السندی المدنی، آپ فاضل محدثین میں سے ہیں، آپ کی ولادت اور پرورش سر زمین سندھ میں ہوئی، علماء سندھ سے تحصیل علم کے بعد حرمین شریفین کی جانب سفر کیا اور علماء حرمین سے استفادہ کے بعد مدینہ منورہ میں تدریس شروع کی، جہاں وہ آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔ لا تعداد تشنگان علوم نبویہ نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی، جن میں شیخ ابو الخیر بن احمد بن ابی المغیث مغلبائی، شیخ عبد الرحمن بن عبد الکریم انصاری، شیخ عبد اللہ بن ابراہیم البری المدنی اور دیگر شامل ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں شرح جامع الترمذی اور قرۃ الانظار علی شرح تنویر الابصار کے نام آتے ہیں۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں 1149ھ میں ہوئی۔

(4) **شیخ عبد الغنی نابلسی دمشقی**، آپ کا پورا نام و نسب اس طرح ہے: عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی الدمشقی۔ ان کی ولادت دمشق میں 1050ھ میں ہوئی۔ آپ کی تالیفات کی تعداد تقریبا 12 ہے، جن میں کنز الحق المبین فی احادیث سید المرسلین ﷺ، ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الاحادیث، الجواب التام عن حقیقۃ الکلام، برہان الثبوت فی تربۃ ہاروت و ماروت وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات 1143ھ میں ہوئی۔

(5) **شیخ محدث محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی** ابو ابراہیم محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد بن علی الحسنی الکحلانی الصنعانی المعروف بابن الامیر، آپ کی ولادت 1099ھ میں کحلان شہر میں ہوئی، پھر اپنے والد کے ساتھ منتقل ہوئے، جہاں آپ نے بڑے بڑے علماء سے کسب فیض کیا، جیسا کہ: سید زید بن محمد بن الحسن، صلاح

بن الحسین الاخفش، عبد اللہ بن علی وزیر اور علی بن محمد العنسی وغیرہ۔ آپ کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں: سبل السلام شرح بلوغ المرام، منحۃ الغفار حاشیۃ علی ضوء النہار، العدۃ علی شرح العمدۃ، التنویر شرح الجامع الصغیر للسیوطی، ثمرات النظر فی علم الاثر۔ آپ کی وفات 1182ھ میں ہوئی۔

(6) **شیخ محدث قاری البناء الدمیاطی** شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبد الغنی المعروف "البنا" دمیاطی مصری۔ آپ دمیاط میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد قاہرہ میں علماء سے استفادہ کیا۔ بعد میں مزید علوم کے لئے یمن گئے۔ اس کے بعد تدریس کی ابتدا کی۔ آپ کی تصانیف میں اتحاف فضلاء البشر بالقراءات الاربعۃ عشر، حاشیہ شرح الورقات اور مختصر السیرۃ الحلبیہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات 1117ھ میں سفر حرمین کے دوراں ہوئی اور وہیں بقیع میں مدفون ہوئے۔[7]

ابو الحسن سندھی کا علماء ومشائخ میں مقام:

مشہور اہل علم وکثیر اصحاب علم وفضل مخدوم ابو الحسن سندھی کی علمی رفعت وفضیلت کے معترف رہے اور ان کو عمدہ القاب سے نوازا ہے۔ ابو الفضل محمد خلیل بن علی المرادی رقم طراز ہیں: علامہ، محقق، مدقق، الفہامہ، مدرس حرم شیخ ابو الحسن سندھی بہت بڑے محقق، علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، معانی، منطق وعلوم عربیہ کے جید عالم تھے۔[8]

علامہ کتانی لکھتے ہیں: ابو الحسن سندھی مدینہ منورہ کے محدث، علماء متاخرین میں حدیث میں یکتا تھے، بہر حال ان کی علمی خدمات لائق التفات ہیں۔[9]

شیخ اسماعیل بن سعید لکھتے ہیں: احد الحفاظ المحققین، والجہابذۃ المدققین۔[10]

---

[7] مزید تفصیل کے لئے رجوع کریں: الاعلام 1/240، ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری، ص: 639۔

[8] محمد خليل بن علي بن محمد بن محمد مراد الحسيني، أبو الفضل (ت: 1206هـ) سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر (دار البشائر الإسلامية/ دار ابن حزم الطبعة الثالثة، 1408 هـ - 1988 م) 4: 66

[9] فہرس الفہارس ۱، ۱۴۸

[10] فہرس الفہارس ۱، ۱۴۸

علامہ کحالہ ان الفاظ سے تذکرہ کرتے ہیں: محدث، حافظ، مفسر، فقیہ۔[11]

علامہ عجلونی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ محقق ابوالحسن سندھی عالم وزاہد تھے، وہ کتب کثیرہ کے مولف تھے۔[12]

تصانیف وتالیفات:

آپ نے اپنی پوری زندگی علم حدیث میں صرف کی اور اس کی خدمت کرتے گذاری اور اس کے ساتھ آپ نے تدریس کے میدان کے بھی شہسوار بنے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان میں اپنالوہا منوایا اور امت کو بے بہا کتابوں کا تحفہ دیا۔ آپ نے صحاح ستہ سمیت حدیث، فقہ اور تفسیر کی کتابوں پر مفید اور مختصر حواشی تحریر کئے، جو اختصار اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کے حواشی دریا کو کوزے میں بند کرنے مصداق ہیں۔ عرب وعجم کے علماء آپ کے حواشی سے استفادہ کرتے ہیں اور داد دیئے بغیر نہیں رہتے۔ مسند امام احمد کی شرح کرنے میں آپ پہل کرنے والے ہیں، اس سے پہلے مسند امام احمد کے دیگر پہلوؤں پر توکام ہوا ہے، لیکن کسی نے باقاعدہ اس کی شرح نہ لکھی۔ بعض نے اس کی لغات لکھی اور بعض نے اس کے رجال پر کام کیا۔ لیکن آپ پہلے عالم ہیں، جس نے مسند امام احمد پر باقاعدہ تشریحی حواشی لکھے۔ اسی طرح آپ کو برصغیر میں صحاح ستہ پر شرح لکھنے کے لحاظ سے بھی اولیت حاصل ہے، اس سے پہلے برصغیر میں صحاح ستہ پر کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔ محدث مدینہ شیخ ابوالحسن سندھی حرم مدینہ میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصانیف وتالیفات میں بھی کمال انہاک سے مشغول رہے، ان کی وقیع وعلمی تصانیف وحواشی کے نام جو میسر ہوسکے وہ یہ ہیں:

قرآنی علوم:

1. تفسیر القرآن الکریم، اس تفسیر کا تذکرہ آپ کے تلمیذ شیخ حیات سندھی نے حاشیۃ السندی علی البخاری کے سرورق لکھے گئے اپنے تاثرات میں کیا ہے، حاشیہ کا یہ نسخہ مکتبہ شیخ عارف حکمت، مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

---

[11] عمر رضا کحالۃ، معجم المولفین (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ) ۱۰، ۲۶۲،

[12] اسماعیل بن محمد العجلونی، حلیۃ اہل الفضل والکمال، (عمان: دار الفتح للدراسات والنشر، ۲۰۰۹ھ) ۱۲۶

2. حاشیۃ علی تفسیر بیضاوی، اس کتاب کا تذکرہ آپ کے بے شمار سوانح نگاروں نے کیا ہے، تاہم اس کا کوئی قلمی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ شیخ ابو الحسن صغیر نے بھی اپنی کتاب "الخلق والکسب" میں ورق نمبر: 13 /ب پر اس کتاب کا حوالہ دیا ہے، فرماتے ہیں: "وقال العلامۃ ابو الحسن ابن عبد الہادی السندی فی تعلیقاتہ علی البیضاوی ــــــ"

3. حاشیۃ علی تفسیر جلالین، شیخ ابو الحسن کے دو سوانح نگاروں نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک مولانا عبد الرسول قادری نے اپنی کتاب "سوانح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی" (سندھی زبان میں) اور دوسرے مولانا عبد الشہید نعمانی ماہنامہ "بینات" اردو (سال 1397ھ) میں اس کتاب کا ذکر شیخ ابو الحسن کبیر کی تصنیفات کے ضمن میں کیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس کا حوالہ نہی لکھا۔

علوم حدیث:

1. حاشیہ صحیح البخاری
2. حاشیہ صحیح مسلم
3. حاشیہ سنن ابی داود
4. حاشیہ سنن النسائی
5. حاشیہ جامع الترمذی
6. حاشیہ ابن ماجہ
7. حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (ان پر تفصیلی تبصرہ آئندہ سطور میں آرہا ہے۔
8. حاشیۃ علی شرح جمع الجوامع (الآیات البینات)، یہ کتاب الآیات البینات شرح جمع الجوامع کا حاشیہ ہے۔ جمع الجوامع، شیخ الاسلام علی بن عبد الکافی کی السبکی کی کتاب ہے، جس کی شرح علامہ ابو القاسم نے کی۔ شیخ ابو الحسن کبیر نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔ اگرچہ اس کتاب کا تذکرہ سوانح نگاروں نے کیا ہے، لیکن اس کا کوئی قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔

9. حاشیۃ علی اذکار نووی، اس کتاب کا تذکرہ ان کے تلمیذ شیخ حیات سندھی سمیت دیگر سوانح نگاروں نے بھی کیا ہے۔

10. الوجازۃ فی الاجازۃ، یہ کتاب ابو الحسن سندھی کی ثبت ہے، جس کا پورا نام "الوجازۃ فی الاجازۃ لکتب الحدیث مع ذکر بعض الاحادیث الممتازۃ" ہے، اس کتاب میں شیخ ابو الحسن نے چند منتخب احادیث، کتب احادیث کے مصنفین تک سند کے ساتھ لکھی ہیں۔ اس ثبت کا تذکرہ علامہ عبد الحی الکتانی نے اپنی کتاب فہرس الفہارس میں کیا ہے۔[13]

علوم فقہ:

1. البدر المنیر فی الکشف عن مباحث فتح القدیر، یہ ابن الہمام کی کتاب فتح القدیر کا حاشیہ ہے، جو کتاب النکاح تک ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ محمودیہ، مدینہ منورہ میں (رقم عام: 959 اور رقم خاص: 254 کے ساتھ) موجود ہے۔ یہ نسخہ 662 صفحات پر مشتمل ہے۔

2. شرح ہدایہ، یہ کتاب مذکورہ بالا کتاب کے ساتھ مکتبہ محمودیہ، مدینہ منورہ میں موجود ہے

3. حاشیۃ الزہراوین لملا علی قاری، اکثر سوانح نگاروں نے اس کتاب کا تذکرہ آپ کی تالیفات کے ضمن میں کیا ہے، تاہم اس کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔

ان کے علاوہ دیگر کتب و رسائل ارباب علم و دانش کے یہاں معروف ہیں۔[14]

وفات

مخدوم ابو الحسن سندھی شہر مصطفیٰ میں علم حدیث کی شمع روشن رکھتے ہوئے سنہ ۱۱۳۸ ہجری میں عازم سفر آخرت ہو کر جنۃ البقیع میں آسودہ خاک ہوئے، ان کے انتقال پر مدینہ منورہ میں غم کی کیفیت طاری تھی عوام و خواص کی ایک

---

[13] فہرس الفہارس: 1/148

[14] محمد بن عبد الهادي السندي نور الدين أبو الحسن، حاشية السندي على مسند الإمام أحمد بن حنبل، (قطر: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية) ٣٦،

تعداد ان کے جنازہ میں شریک ہوئی۔[15] آپ کی وفات کے سن کے بارے میں چار اقوال ہیں، لیکن مشہور و مرجح قول کے مطابق آپ کی وفات 1138ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں بقیع میں مدفون ہوئے۔

حدیث کی کتابوں پر شیخ ابو الحسن کے حواشی

درج ذیل سطور میں علوم حدیث کے متعلق ان کی کتب کا مختصر علمی جائزہ پیش خدمت ہے۔ سب سے پہلے ان حواشی کی مشترکہ خصوصیات پیش کی جائیں گی، اس کے بعد ہر حاشیہ پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ لکھا جائے گا۔

شیخ ابو الحسن السندی کے حواشی مندرجہ ذیل خصوصیات اور خوبیوں سے مالا مال ہیں:

1. آپ کے حواشی انتہائی مختصر ہیں، جس کی وجہ سے قاری کو آسانی سے حدیث کا مقصد سمجھ میں آتا ہے اور وہ بے شمار کتابوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ آپ کے حواشی کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہی اختصار ہے۔ لیکن یہ ایسا اختصار نہیں ہے جس سے قاری کو تشنگی محسوس ہو، بلکہ وہ مطالعہ کے بعد مکمل طور پر مطمئن ہو جاتا ہے۔
2. عموما ایسا ہوتا ہے کہ اختصار کی وجہ سے جامعیت باقی نہیں رہتی اور موضوع کے کافی پہلو تشنہ رہ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قاری بجائے معلومات حاصل کرنے کے مزید الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور مزید معلومات کا متلاشی بن جاتا ہے، لیکن شیخ ابو الحسن کے حواشی کی دوسری خصوصیت ان کی جامعیت ہے۔ یہ حواشی اختصار کے باجود انتہائی جامع ہیں جو حدیث کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں اور کہیں بھی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔
3. فقہی تعصب سے دوری بھی ان حواشی کی خصوصیات میں سے ہیں، آپ عصبیت سے کوسوں دور تھے، بلا تفریق حدیث کی ایسی شرح فرماتے ہیں، جس سے صحیح مذہب ثابت ہو۔
4. آپ جابجا اختلاف علماء کا ذکر فرماتے ہیں، اور بعض جگہوں پر ان کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔

---

[15] محمد خليل بن علي بن محمد بن محمد مراد الحسيني، أبو الفضل (ت: 1206هـ) سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر(بيروت: دار البشائر الإسلامية/ دار ابن حزم الطبعة الثالثة: 1408 هـ - 1988 م) 4: 66

5. ان کا فقہی استنباط بھی بے نظیر ہے، آپ حدیث کے الفاظ اور سیاق وسباق سے فقہی مسائل اخذ فرماتے ہیں اور احادیث سے ان کی تائید کرتے ہیں۔
6. الفاظ حدیث کی لغوی تحقیق میں آپ کی کوئی مثال نہیں، آپ مختصر الفاظ میں الفاظ کی ایسی لغوی تشریح فرماتے ہیں جو لغت کی لاتعداد کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
7. آپ کی خاصیتوں میں سے ایک ضبط الفاظ بھی ہے، آپ ہر مشکل لفظ کو آسان الفاظ میں ضبط کر کے اس کے تلفظ کو آسان بناتے ہیں، جس سے قاری کی تمام الجھنیں دور ہو جاتی ہیں۔
8. بعض مقامات پر اعتراضات واشکالات کو ذکر کر کے ان کا تسلی بخش جواب ذکر کرتے ہیں۔
9. ذخیرہ احادیث میں شاذونادر استعمال ہونے والے لفظ کو غریب کہا جاتا ہے، بے شمار علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ابو الحسن سندھی نے بھی شرح غریب کو آسان انداز میں بیان کر کے ان تمام کتابوں کا نچوڑ پیش کیا ہے، جس سے حدیث کو سمجھنے میں بے حد آسانی ہوتی ہے۔
10. ترجیح اقوال میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، آپ دلائل کی روشنی میں مرجح قول پیش کرتے ہیں اور وجہ ترجیح بھی بیان فرماتے ہیں۔
11. مختلف اقوال میں تطبیق دینا آپ کے کمالات میں سے ایک ہے، حتی الامکان آپ اختلافی اقوال میں تطبیق کی صورت بھی بیان کرتے ہیں۔
12. آپ بقدر ضرورت احادیث کی نحوی ترکیب بھی تحریر فرماتے ہیں، جس سے پیچیدہ عبارات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
13. بوقت ضرورت اعلام کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔
14. کافی جگہوں پر اماکن وبلدان کی وضاحت کی ہے۔
15. اس کے علاوہ قراءات کی توجیہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

حاشیہ صحیح البخاری:

سندھی علماء نے دیگر علوم کی طرح علوم حدیث میں بھی عمدہ تحقیقی کتب و رسائل تحریر کئے ہیں، اس طرح صحیح بخاری پر مختلف انداز سے علمی کام ہوا ہے، جیسے مخدوم اکرم نصرپوری سندھی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے بخاری کی جامع شرح کی، نیز مخدوم عبدالرحمن نصرپوری نے رجال بخاری پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔[16] عثمان بن عیسی صدیقی سندھی (متوفی ۱۰۰۸ھ) کی شرح غایۃ التوضیح للجامع الصحیح بخاری کی جامع شرح ہے۔ کفایۃ القاری شرح ثلاثیات بخاری از حمید الدین سندھی مکی (متوفی ۱۰۰۹ھ)، حیاۃ القاری باطراف صحیح البخاری از مخدوم ہاشم ٹھٹوی اور منحۃ الباری فی جمع روایات البخاری از عابد سندھی (متوفی ۱۲۵۷ھ) بھی معروف علمی کام ہیں۔ ابوالحسن سندھی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے اطراف بخاری پر بھی کام کیا ہے، مگر ان کی مختصر شرح بخاری متداول عوام وخواص ہے۔

امام ابوالحسن سندھی ٹھٹوی کا یہ حاشیہ ۱۳۱۲ ہجری کو مطبعہ میمنہ قاہرہ مصر میں سے ۴ جلدوں میں شائع ہوا۔ پھر ۱۳۴۳ ھ کو مطبعہ بھیہ قاہرہ / مصر میں چار جلدوں میں چھپا جس کا عکس ۴ جلدوں میں دار المعرفۃ بیروت لبنان سے شایع ہوا جس کا سال نہیں لکھا۔ یہی شرح جدید انداز سے ۴ جلدوں میں ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ کو دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان کی جانب سے شائع ہوئی۔ نیز یہ حاشیہ قدیمی کتب کی جانب سے مطبوع بخاری شریف کے حاشیہ پر بھی مطبوع ہے، جو مدارس میں مقبول اور متداول ہے۔ بروکلمان نے تاریخ الادب العربی میں لکھا ہے کہ اس کا پہلا طبع ۱۳۰۴ھ کو لاہور سے شائع ہوا اوراس حاشیہ کے قلمی / خطی نسخے دنیا کے لائبریریوں میں موجود ہیں۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ عارف حکمت مدینہ منورہ میں موجود ہے، جو شیخ محمد حیات سندھی (متوفی ۱۱۶۳ھ) کی ملکیت میں رہا ہے جس کے بعد ۱۱۷۲ھ ابراہیم بن رئیس محمد زرنی کی ملکیت میں آیا۔ آخر میں شیخ محمد عابد سندھی (متوفی ۱۲۵۷) کی ملکیت میں رہا جو انہوں نے سال ۱۲۴۹ھ میں وقف کر دیا۔ یہ حاشیہ بعد کے اہل علم میں متداول و معتمد رہا ہے۔

ابوالحسن سندھی کے صحاح ستہ پر مختصر و مفصل حواشی مرقوم ہیں، جس سے شارح موصوف کی

---

[16] مدنی، عبدالغفار، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کا علمی جائزہ، اسلامک سائنسز، شمارہ ۴، ج ۲، ص ۶۸

Madani, A. G., & Khawaja Arshid Ali. (2022). امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کا علمی جائزہ: AN ANALYTICAL STUDY OF IMA`N-UN-NAZAR. Islamic Sciences, 4(2). https://doi.org/10.52337/islsci.v4i2.76

علوم حدیث پر مہارت کا پتہ چلتا ہے، صحیح بخاری کا یہ حاشیہ اختصار و جامعیت کا حسین گلدستہ ہے، جس میں آپ نے بخاری کے متن کو عمدگی سے حل کرنے کی سعی کی ہے، احادیث کے مشکل الفاظ کی معانی بیان کرنے کے ساتھ بعض مقامات کی نحوی و صرفی توضیح کی ہے، احادیث سے فقہی مسائل کے استنباط کے ساتھ بعض مختلف فیہ مسائل پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ نیز شروحات احادیث سے اقتباسات و نوادرات نے بھی اس حاشیہ کی وقعت میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے، یہ حاشیہ عوام وخواص میں متداول و معتمد رہا ہے۔

ان کے حاشیہ سے مشہور حدیث جبرئیل پر ان کے حاشیہ کا اختصار و جامعیت دیکھیں:

باب سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ {صلى الله عليه وسلّم} عَنِ الإِيمَانِ ، وَالإِسْلاَمِ وَالإِحْسَانِ ، وَعِلمِ السَّاعَةِ

قوله : (أن تؤمن بالله) أي تصدق بوحدانيته، وبما يليق به من الصفات، فالمراد بقوله أن تؤمن المعنى اللغوي والإيمان المسؤول عنه الشرعي فلا دور، وفي هذا التفسير إشارة إلى أن الفرق بين اللغوي والشرعي بخصوص المتعلق في الشرعي والله تعالى أعلم.

قوله : (وبلقائه) قيل هو الموت قلت موت كل أحد بخصوصه أمر معلوم لا يمكن أن ينكره أحد فلا يحسن التكليف بالإيمان به ، فالمراد والله تعالى أعلم.

موت العالم وفناؤه كليه. وقيل هو الجزاء والحساب، وعلى التقديرين هو غير البعث وقال النووي: وليس المراد باللقاء رؤية الله تعالى فإن أحدا لا يقطع لنفسه برؤية الله تعالى لأن الرؤية مختصة بالمؤمنين ، ولا يدري بماذا يختم له اهـ. قلت : وهذا لا ينافي الإيمان بتحقيق الرؤية لمن أراد الله تعالى من غير أن يختص بأحد بعينه ومثله الإيمان بالجنة والنار ، وليس في الحديث ما يقتضي إيمان كل شخص برؤيته الله تعالى كما لا يخفى والله تعالى أعلم. ثم رأيت الشراح قد اعترضوا على النووي بما ذكرنا فالله الحمد على التوفيق

قوله : (أن تعبد الله) أي توحده بلسانك على وجه يعتد به فيشمل

الشهادتين ، فوافقت هذه الرواية رواية عمر ، وكذا حديث بني الإسلام على خمس اهـ

قوله : (ما الإحسان) أي الإحسان في العبادات أو الإحسان الذي حث الله تعالى العباد على تحصيله في الكتاب بقوله والله يحب المحسنين

قوله : (كأنك تراه) صفة مصدر محذوف أي عبادة كأنك فيها تراه أو حال أي والحال كأنك تراه وليس المقصود على تقدير الحالية أن ينتظر بالعبادة تلك الحال ، فلا يعبد قبل تلك الحال بل المقصود تحصيل تلك الحال في العبادة.

والحاصل أن الإحسان هو مراعاة الخشوع والخضوع ، وما في معناهما في العبادة على وجه مراعاته لو كان رائياً ولا شك أنه لو كان رائياً حال العبادة لما ترك شيئاً مما قدر عليه من الخشوع وغيره ، ولا منشأ لتلك المراعاة حال كونه رائياً إلا كونه رقيباً عالماً مطلعاً على حاله ، وهذا موجود وإن لم يكن العبد يراه تعالى ولذلك قال {صلى الله عليه وسلّم} في تعليله فإن لم نكن نراه فإنه يراك أي وهو يكفي في مراعاة الخشوع على ذلك الوجه ، فإن على هذا وصلية لا شرطية والله تعالى أعلم.

قوله : (ما المسؤول عنها بأعلم من السائل) ظاهره أن معناه أنهما متساو بأن لكن المساواة متحققة في جواب الإسلام والإيمان ، وغيره أيضاً إذ الظاهر أن جبريل كان عالماً بحقيقة الإسلام والإيمان ، ولهذا قال صدقت فتخصيص هذا الجواب بهذا السؤال بالنظر إلى أن السائل في الحقيقة هم الصحابة ، وجبريل إنما هو سائل نيابه عنهم فبالنسبة إليهم السائل فيما سبق كأنه غير عالم بخلاف المسؤول ، وهاهنا السائل والمسؤول عنها متساويان ، وقد يقال هو كناية عن تساويهما في عدم العلم لا عن تساويهما مطلقاً ، فصار الجواب مخصوصاً بهذا السؤال ، وإنما سأل جبريل ليعلمهم أن الساعة لا يسأل عنها وكلام بعضهم يشر إلى أن المعنى وليس الذي يسأل عنها كأننا من كان بأعلم من الذي يسأل فلا يختص الكلام بسائل ومسؤول

عنها بل يعم كل سائل ومسؤول ، وعلى هذا فوجه تخصيص هذا الجواب بهذا السؤال واضح والله تعالى أعلم .[17]

اگر مذ کورہ بالا حدیث کی شرح کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیسے آپ نے اس طویل حدیث کی شرح کو مختصر الفاظ میں سمیٹا ہے اور چھوٹی سی عبارت میں علم و معرفت کے وہ موتی پروئے ہیں جو بڑی بڑی شروحات کے مطالعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر اس حدیث کی شرح کا دیگر مصنفین کی شرح سے موازنہ کیا جائے، فرق واضح ہوتا ہے۔

اس شرح کی تناظر میں حدیث جبریل بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے اور اس کے تمام فوائد و عوائد سامنے نکھر کر آ جاتے ہیں۔

حاشیۃالسندی علی صحیح مسلم:

یہ صحیح مسلم پر مختصر و جامع حاشیہ ہے، اس سے شارح موصوف کی علوم حدیث پر دسترس خوب عیاں ہوتی ہے۔ اس حاشیہ میں علامہ سندھی نے اختصار کے پیش نظر موقع مناسبت سے جامع توضیح و تشریح کی ہے۔ احادیث کے الفاظ کی تصحیح کا خصوصی خیال رکھا ہے۔ مشکل و غریب الفاظ کی معانی بیان کی ہے۔ اعراب بھی تحریر کئے ہیں، احادیث سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ نیز قاضی عیاض، امام نووی، امام ابی کی شروحات مسلم سے استفادہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر اعتراضات واشکالات وارد کر کے ان کو دور کرتے ہیں۔[18]

بعد میں آنے والے اہل علم اس حاشیہ سے مستغنی نہیں رہے، جیسے الحل المفهم لمشكلات صحیح مسلم[19] مع تعلیقات الکاندھلوی اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں بھی مختلف مقامات پر علامہ سندھی کے حاشیہ مسلم سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ حاشیہ سب سے پہلے ملتان سے ۱۳۴۷ھ کو ابو تراب محمد عبدالتواب ملتانی کی کوشش سے شائع ہوا۔ یہ ہی حاشیہ

---

[17] محمد بن عبد الهادي السندي نور الدين أبو الحسن، حاشية السندي على صحيح البخاري (بيروت: دار الكتب العلمية) ٣٢

[18] محمد بن عبد الهادي السندي نور الدين أبو الحسن، حاشية صحيح مسلم، (أبو ظبي: مؤسسة بينونة للنشر والتوزيع) ج ١، ص ٢٤

[19] الحل المفهم لمشكلات صحيح مسلم مع تعليقات الكاندهلوي، دار الكتب العلمية, 2021

مسلم شریف آج کل پاک وہند میں مطبوع صحیح مسلم پر موجود ہے، عام طور پر اس کے بغیر صحیح مسلم نہیں چھپ رہی۔ نیز اس حاشیہ کے خطی / قلمی نسخے دنیا کے کافی مکتبات میں موجود ہیں۔ مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں بھی ایک نادر قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ حاشیہ ۸۵ سال بعد علی بن احمد الکندی کی تحقیق کے ساتھ مؤسسۃ البیںونۃ، متحدہ عرب امارات کی جانب سے ۱۴۳۲ / ۲۰۱۱ء کو ایک جلد میں شائع ہوا ہے۔

فتح الودود بشرح سنن ابی داود:

یہ شرح بقول شارح موصوف مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داود از جلال الدین سیوطی کا اختصار وزیادات پر مشتمل ہے۔[20] اس کے ساتھ شارح موصوف نے معالم السنن از خطابی، الکاشف عن حقائق السنن از طیبی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح از ملا علی قاری سے بھی اکثر استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اس شرح میں ابو الحسن سندھی کے منہج و اسلوب کا اختصار یہ ہے کہ آپ نے الفاظ احادیث کے اعراب و تصحیح کا بالخصوص خیال رکھا ہے، الفاظ احادیث میں اختلاف کی وجوہات تحریر کی ہیں، اعلام کا تعارف، واماکن وبلدان کی وضاحت کی ہے۔ مشکل اور ادق الفاظ کی معانی و اعراب بیان کئے ہیں، احادیث ابی داود کی اسانید کے رجال پر جرح و تعدیل کی ہے۔ متن ابی داود کے مختلف نسخہ جات میں تصحیح کی ہے، مختلف مذاہب کا بیان مع ترجیح بیان کیا ہے، تحقیق وترجیحات کا اہتمام کیا ہے۔[21]

یہ شرح متاخرین میں معروف رہی ہے، عون المعبود شرح سنن ابی داود میں شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی نے مختلف مقامات پر فتح الودود کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔[22]

اس طرح ابو الحسن عبید اللہ مبارکپوری، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں کافی مقامات پر ان سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔

---

[20] أبو الحسن السندي، فتح الودود في شرح سنن أبي داود، (دمنهور – مصر: مكتبة لينة) 1: 157

[21] فتح الودود ج ۱، ص ۹۶، ۹۷، ۹۸

[22] عون المعبود العظيم آبادي، محمد شمس الحق، عون المعبود شرح سنن أبي داود (بيروت: دار الكتب العلمية 1995م) 2/323 وحاشية ابن القيم (5/ 94) وغيرها

امام ابوالحسن کبیر ٹھٹوی کی یہ شرح فتح الودود کے نام سے پہلی بار ایک عرب محقق محمد ذکی الخولی کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں پہلی بار مکتبہ لینۃ، مصر، اور مکتبہ اضواء المنار مدینہ منورہ کی جانب سے ۱۴۳۱ ہجری کو شائع ہوئی، جس کی بنیاد اس شرح کا وہ خطی نسخہ ہے، جو پیر جھنڈو کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے بعد یہ شرح امارات / دبئی کے سلطان شیخ عبد الرحیم کی نگرانی میں محققین کی ایک جماعت کی تحقیق اور تخریج کے ساتھ ۸ جلدوں میں جائزہ دبئی الدولیۃ للقرآن الکریم نامی مشہور ادارہ کی جانب سے سال ۱۴۳۷ھ کو شائع ہوئی جس میں محققین نے اس شرح کے دنیامیں موجود چار خطی / قلمی نسخوں کو سامنے رکھا ہے۔

یہ شرح کتنی جامع اور مختصر ہے، اس کا اندازہ لگانے کے لیے مندرجہ ذیل حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں:

حدَّثنا مُسدَّدُ بنُ مُسَرهَد، حدَّثنا سُفيان، عن الزهري عن عطاء بن يزيد عن أبي أيُّوب روايةً، قال: "إذا أتيتُمُ الغائِطَ فلا تَستَقبِلُوا القِبلَةَ بغائِطٍ ولا بَولٍ، ولكنْ شَرِّقُوا أو غَرِّبُوا". فقَدِمْنا الشَّامَ فوجدنا مَراحيضَ قد بُنِيَت قِبَلَ القِبلةِ، فكُنَّا نَنحَرِفُ عنها ونَستَغفِرُ الله

قوله: "حدثنا سفيان" هو ابن عيينة، وهو وإن كان مدلسًا إلا أنه لا يدلس إلا عن ثقة ولذلك اجتمعت الأمة على الاحتجاج بحديثه المعنعن. كذا ذكره غير واحد وقالوا: هذا لا يعرف إلا في سفيان بن عيينة.

وقوله "رواية" هي من صيغ الرفع ونصبها بتقدير فعل أي رواه رواية.

وقوله: "إذا أتيتم الغائط. "إلخ قال الشيخ ولي الدين: المراد بالغائط الأول المعنى الحقيقي، وهو المكان المنخفض الواسع، وبالثانى المعنى المجازي: وهو الخارج المعروف.

قلت: فلا يتوهم أن الظاهر هو الإضمار في الثاني فلم أظهر؟ .

وقوله: "شرقوا وغربوا" أي استقبلوا جهة الشرق والغرب والعطف بينهما بالواو في غالب النسخ، وفي بعضها بأو وهو المشهور في غير هذا الكتاب، وهما صحيحان، قالوا: وتفيد جواز الجهتين، وأو تفيد اختيار ما شاء،

والخطاب لأهل المدينة ومن كانت قبلته على ذلك، وإلا فلا يستقيم فمن قبلته

إلى المشرق أو المغرب.

و"المراحيض" كالمصابيح جمع مرحاض كمصباح وهو المغتسل أريد به مرضع التخلي.

وقوله: "ونستغفر" بحذف لفظ الجلالة رواية الكتاب، وبإثباتها رواية بقية الستة[23]

مندرجہ بالا شرح سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے مختصر الفاظ میں لغوی و صرفی تحقیق کے ساتھ ساتھ جرح و تعدیل، فروق نسخ اور اصول حدیث کو سمیٹا ہے۔

حاشیہ امام ابوالحسن سندھی ٹھٹوی علی سنن النسائی

امام ابوالحسن کبیر ٹھٹوی سندھی کی یہ مفصل شرح سب سے پہلے مطبع مجتبائی دہلی کی جانب سے آج سے ۱۳۰ سال پہلے ۱۳۱۵ھ کو شائع ہوئی، اس کے بعد 1933ھ کو ۴ جلدوں میں قاہرہ، مصر سے شائع ہوئی۔ آج کل یہ کتاب دار المعرفۃ بیروت سے پانچ جلدوں میں شایع ہوتی رہتی ہے۔ یہ شرح بخاری اور مسلم کے حواشی کے مقابلہ میں زیادہ مفصل ہے۔ یہ شرح پاک وہند میں مسلسل شایع ہوتی رہی ہے، درس نظامی میں شامل سنن نسائی، علامہ سندھی کے حاشیہ کے بغیر نہیں ملتی۔ صحاح ستہ میں سے سنن نسائی کی شروحات و حواشی بہت کم تحریر ہوئے ہیں، ابن ملقن (متوفی ۸۰۴ھ) اور علامہ جلال الدین سیوطی کی مختصر شرح زہر الربا علی المجتبی معروف ہیں۔ علامہ سندھی کا اسلوب و منہج یہ اختیار کیا کہ سنن نسائی کے متن کی تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی ہے، نیز مشکل الفاظ کی توضیح معتمد کتب لغت کے ذریعے کی ہے، بعض مقامات پر اعراب کا بھی خصوصی اہتمام کیا ہے۔ شرائط امام نسائی کو بیان کیا ہے، الفاظ احادیث کی مختصر شرح کی ہے، فقہ الحدیث کا اختصاص کیا ہے۔

سنن النسائی پر حاشیہ کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ،

---

[23] فتح الودود ج ۱ ۱۷۱

أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى»

قَوْلُهُ: (أحفوا الشَّوَارِب وأعفوا اللحى) الْمَشْهُور قطع الْهمزَة فيهمَا وَقيل وَجَاء حفا الرجل شَاربه يحفوه كاحفى إِذا استأصل أَخذ شعره وَكَذَلِكَ جَاءَ عَفَوْت الشّعْر وأعفيته لُغَتَانِ فعلى هَذَا يجوز أَن تكون همزَة وصل واللحى بِكَسْر اللَّام أفْصح جمع لحية قَالَ الْحَافِظ بن حجر الاحفاء بِالْحَاء الْمُهْملَة وَالْفَاء الِاسْتِقْصَاء وَقد جَاءَت رِوَايَات تدل على هَذَا الْمَعْنى ومقتضاها أَن الْمَطْلُوب الْمُبَالغَة فِي الازالة وَهُوَ مَذْهَب الْجُمْهُور وَمذهب مَالك قصّ الشَّارِب حَتَّى يَبْدُو طرف الشّفة كَمَا يدل عَلَيْهِ حَدِيث خمس من الْفطْرَة وَهُوَ مُخْتَار النَّوَوِيّ، قَالَ النَّوَوِيّ وَأَمَّا رِوَايَةُ أَحْفُوا فَمَعْنَاهُ أَزِيلُوا مَا طَالَ على الشفتين،

قلت وَعَلِيهِ عمل غَالب النَّاس الْيَوْم وَلَعَلَّ مَالِكًا حمل الحَدِيث على ذَلِك بِنَاء على أَنه وجد عمل أهل الْمَدِينَة عَلَيْهِ فَإِنَّهُ رَحمَه الله تَعَالَى كَانَ يَأْخُذ فِي مثله بِعَمَل أهل الْمَدِينَة فالمرجو أَنه الْمُخْتَار وَالله تَعَالَى أعلم واعفاء اللِّحْيَة توفيرها وَأَن لَا تقص كالشوارب قيل والمنهى قصها كصنع الْأَعَاجِم وشعار كثير من الْكَفَرَة فَلَا يُنَافِيهِ مَا جَاءَ من أَخذهَا طولا وَلَا عرضا للاصلاح ـ[24]

حاشیۃ السندي علی سنن الترمذی

امام ابو الحسن کبیر ٹھٹوی سندھی کی یہ شرح پہلے مفقود / گم تھی، گماں یہ ہی تھا کہ معدوم ہے لیکن سندھ کے تین نو جوان علماء (شیخ امتیاز احمد سندھی، شیخ عبد الباقی ادریس سندھی اور شیخ عبد القادر عبد اللہ سندھی نے اس کو پرنسٹن یونیورسٹی امریکا کی لائبریری سے دریافت کر کے اس کا قلمی نسخہ حاصل کیا اور اس پر تحقیقی کام کیا، ان تینوں کی تحقیق، تخریج اور تعلیق کے ساتھ ۳ تین جلدوں میں پہلی بار ۱۴۴۲ھ مطابق 2021ء کو دار الکتب العلمیہ بیروت سے شائع

[24] حاشية السندي على سنن النسائي، ابوالحسن محمد بن عبد الهادي السندي، (حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية –1986)1: 19

ہوئی ہے۔ اس حاشیہ کے تحقیق نگار مقدمہ میں منہج مولف اس طرح بیان کرتے ہیں: اس حاشیہ میں مسائل کی توضیح کی ہے، مختلف مذاہب میں سے راجح کو ترجیح دی ہے، اعراب اور عبارات کی صحیح معانی بیان کی ہے، احادیث کے متن کی تصحیح کی ہے، متن حدیث و اسناد حدیث کی توضیح کی ہے، اقوال متعارضہ میں جمع و تطبیق کی کوشش کی ہے، مختلف روایات میں سے راجح اقوال کی نشاندہی کی ہے، اہل علم کی خطاو تسامح کی تصحیح کی ہے، احادیث سے مسائل فقہیہ کا استنباط کیا ہے۔ ترمذی کی مختلف نسخوں میں سے صحیح نسخہ بیان کیا ہے، فقہاء کرام کے اختلافات کو بیان کیا ہے، احادیث سے استنباط کردہ مسائل پر بعض اشکالات کے جامع جوابات دے ہیں نیز مسائل کی تنقیح کے ساتھ راجح مسلک کی ترجیح بیان کی ہے، مشکل معانی کی تشریح کی ہے، اسناد کے اختلافات ہیں وہ بھی بیان کر دئے ہیں، صحیح وضعیف کے لحاظ سے احادیث کے مراتب بیان کئے ہیں، احادیث کی مختصر و جامع تشریح بیان کی ہے۔

جیسے اس حدیث پر علمی گفتگو کی ہے:

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَقُتَيْبَةُ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ، فَقَالَ: الْتَمِسْ لِي ثَلاَثَةَ أَحْجَارٍ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ، وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: إِنَّهَا رِكْسٌ.

وقوله: فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ، ليس فيه انه اكتفي بحجرين فلعله زاد عليه ثالثا، لايقال: لم تكن الأجمار حاضرة عنده حتى يزيد ، وإلا لم يطلب من غيره ، ولم يطلب من ابن مسعود إحضار ثلاث في هذا على اكتفائه بهما ، لأنا نقول : قد طلب من ابن مسعود أو ثلاثة، وهو يكفي في طلب الثالث إلى حين رمي الوثة ولا حاجة إلى طلب جديد على أنه ورد في بعض الروايات أنه طلب ثالثا وأتى له به. ذكره في فتح الباري

قوله: اضطراب: أي في إسناده اضطراب بعد أبي إسحاق ، ويمكن الجواب عنه بأنه لعله سمع الحديث من الممل ، ثم يروي تارة بإسناد وتارة بآخر.

قوله: إِلاَّ لِمَا اتَّكَلْتُ بِهِ عَلَى إِسْرَائِيلَ، فهذا يدل ان اسرائيل اضبط واتم في حديث ابي اسحاق من سفيان الثوري، لان عبدالرحمن اتكل بحديث ابي

اسحاق عليه دون الثوري حتي فاته حديث الثوري عنه

قوله: قال ابو عيسي وزهير في ابي اسحاق.....الخ، وفي هذا النوع طعن منه علي البخاري حيث وضع حديث زهير في جامعه.

قوله: لم يسمع من ابيه،، اي فيكون الحديث منقطعا بهذا الاسناد، وهو عند المصنف اجود الاسانيد كما قرره[25]

حاشیہ ابن ماجہ:

امام ابوالحسن سندھی کی یہ شرح بنسبت دوسرے حواشی اور شروح کے زیادہ مفصل ہے، جو ہندوستان میں کافی بار چھپی ہے، نیز قاہرہ کے مطبعہ علمیہ میں 1313ھ کو دو جلدوں میں شایع ہوئی، پھر مطبعہ تازیہ مصر سے 1349ھ کو شایع ہوئی، پھر اس کا عکس دار الجیل بیروت سے شایع ہوا۔ پھر نئ تحقیق کے ساتھ 5 جلدوں میں (پانچواں جلد فہارس پر مشتمل ہے) دار المعرفۃ، بیروت لبنان سے شایع ہوا، جس کا چوتھا طبع سال 1427ھ/2006ء کا چھپا ہوا راقم نے دیکھا ہے۔ ابن ماجہ کے اس حاشیہ میں علامہ سندھی نے مختصر و جامع انداز سے احادیث کی توضیح و تشریح کی ہے۔ احادیث کے الفاظ کی تصحیح کا اہتمام کیا ہے۔ مشکل و ادق الفاظ کی معانی اور اعراب تحریر کئے ہیں، احادیث سے فقہی مسائل و نادر استنباط کیا ہے۔ نیز حدیث کا حکم اور سند پر بھی مختصر گفتگو کی ہے۔ مولف کی منہج کی ایک مثال درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْد اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَلِيحٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عِنَبَةَ الْخَوْلَانِيَّ وَكَانَ قَدْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ اللَّهُ يَغْرِسُ فِي هَذَا الدِّينِ غَرْسًا يَسْتَعْمِلُهُمْ فِي طَاعَتِهِ»

قَوْلُهُ: (حَدَّثَنَا زُرْعَةُ) قَالَ السُّيُوطِيُّ هُوَ خَوْلَانِيٌّ شَامِيٌّ، لَيْسَ لَهُ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ سِوَى هَذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ بَقِيَّةِ السِّتَّةِ شَيْءٌ سَمِعْتُ أَبَا عِنَبَةَ بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ

[25] ابوالحسن محمد بن عبد الهادي السندي، حاشية السندي على الترمذي، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1442ه/21021م) ٣٨

النُّونِ ثُمَّ مُوَحَّدَةٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ وَقِيلَ: عُمَارَةُ وَأَنْكَرَ قَوْمٌ صُحْبَتَهُ وَعَدُّوهُ فِي كِبَارِ التَّابِعِينَ وَقَالَ الْبَغَوِيُّ فِي مُعْجَمِهِ: كَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ أَسْلَمَ وَالنَّبِيُّ .صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَيٌّ قَوْلُهُ: (يَغْرِسُ) كَ يَضْرِبُ أَوْ مِنْ أَغَرَسَ يُقَالُ: غَرَسَ الشَّجَرَ وَأَغْرَسَهُ إِذَا أَثْبَتَهُ فِي الْأَرْضِ وَالْمُرَادُ يُوجَدُ فِي أَهْلِ هَذِهِ الدِّينِ وَلِذَا يُسْتَعْمَلُ أَهْلُ الدِّينِ فِي طَاعَتِهِ وَلَعَلَّ هَذَا هُوَ الْمُجَدِّدُ لِلدِّينِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَعَمُّ فَيَشْمَلُ كُلَّ مَنْ يَدْعُو النَّاسَ إِلَى إِقَامَةِ دِينِ اللَّهِ وَطَاعَتِهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ - صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ - وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَغَرْسًا بِمَعْنَى مَغْرُوسًا ـ[26]

"حاشیہ مسند امام احمد از ابوالحسن سندھی" کا اسلوب:

امام ذہبی نے لکھاہے کہ کاش مسند امام احمد پر کوئی توجہ دے، جو اس کی خدمت کرے۔۔کافی علماء نے اس پر کام بھی کیاہے، امام ابو موسی مدینی (ت: 581ھ) نے اس کے خصائص پر کام کیا اور "خصائص المسند " کے نام سے کتاب لکھی، ابن حمزہ حسینی شافعی (ت:765ھ) نے اس کے رجال / راویوں پر کام کیا اور "الاکمال فی تراجم من لہ روایۃ فی مسند الامام احمد " نامی ایک کتاب لکھی۔

اس کے مشکل اعراب پر امام سیوطی (ت: 911ھ) نے کام کیا اور اس کا نام رکھا: "عقود الزبرجد علی مسند احمد "۔ اس کے غریب الحدیث پر غلام ثعلب (ت:345ھ) نے ایک کتاب "غریب الحدیث علی مسند احمد بن حنبل " لکھی۔

لیکن کسی نے باقاعدہ اس کی شرح نہ لکھی، اور نہ کوئی حاشیہ تحریر فرمایا، یہ کام ٹھٹہ، سندھ کے اس عالم جلیل نے سرانجام دیا اور مسند احمد پر تفصیلی شرح اور حاشیہ لکھا، یہ حاشیہ مسند امام احمد کا سب سے جامع ومستند حاشیہ ہے، اس شرح میں شارح موصوف نے کثیر کتب احادیث وکتب اسماء رجال، شروحات احادیث، کتب تفاسیر ومعتبر فقہی کتب سے استفادہ کیاہے۔ اس میں شارح نے یہ نہج واسلوب اختیار کیا کہ سب سے پہلے روایت کرنے والے صحابی کا مختصر احوال وتعارف بیان کرتے ہیں، نیز بعض مقامات پر سند حدیث پر بھی کلام کرتے ہیں یعنی سند میں موجود راوی کا

---

[26] حاشیہ ابن ماجہ ج ۱، ص ۱۴

احوال بیان کرتے ہوئے اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کی بھی صراحت اور حدیث کی صحت پر کلام کرتے ہیں، نیز دوسری کتب احادیث میں حدیث موجود ہو تو اس کی صراحت و تخریج حدیث بیان کرتے ہیں، مسند امام احمد کے مختلف نسخوں میں اختلاف کی تصحیح کر دیتے ہیں، مسند احمد میں اگر ان کے بیٹے عبد اللہ یا شاگرد نے زیادتی کی ہے تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں، نیز شارح موصوف نے مسند کی مکرر احادیث کو چھوڑ کر تقریباً ۱۱ہزار احادیث کی شرح کی ہے۔ حدیث میں موجود مشکل وغریب الفاظ کی توضیح و تشریح کرتے ہیں، بعض اوقات لغوی، نحوی اور صرفی ابحاث کے ساتھ اعراب کی وضاحت کرتے ہیں، حدیث سے مستفاد فوائد و مسائل کے ساتھ فقہی احکام بیان کر دیتے ہیں، بسا اوقات مذاہب اربعہ کو بھی ذکر کرتے ہوئے احناف کے موقف کی تائید میں دلائل و مختلف فیہ مسائل پر اپنی تحقیق پیش کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات احادیث میں موجود الفاظ کی مناسبت سے واقعات و سیرت رسول کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں، خصوصاً یہ شرح و متعارض احادیث کا بیان، اسماء الرجال، مشکل الفاظ کی معانی، فقہی احکام کے ساتھ ساتھ علمی لطائف و نادر نکات سے مرصع یہ شرح، علمی و تحقیقی ابحاث میں کثیر شروحات احادیث سے فائق ہے، یہ شرح علمی دنیا کا ایک نادر و نایاب سرمایہ ہے۔

یہ شرح سب سے پہلے "مؤسسۃ الرسالۃ" بیروت سے 52 جلدوں میں شایع ہوئی۔ اس کے بعد طارق عوض اللہ ابو معاذ کی تحقیق کے ساتھ، 5 جلدوں میں سال 1431ھ/2010ء دار الماثور للنشر والتوزیع کی جانب سے شایع ہوئی۔ پھر یہی شرح نور الدین طالب کی تحقیق کے ساتھ ۱۷ جلدوں میں پہلے، 1428ھ/2008ء میں وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ قطر کی طرف سے شایع ہوئی۔ پھر 1434ھ/ 2013ء میں دار النوادر، لبنان-کویت کی جانب سے شایع ہوئی۔، نیز مسند احمد پر تحقیق کرتے ہوئے شیخ شعیب ارناووط نے اکثر مقامات پر علامہ سندھی کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

خلاصہ بحث

ہمارا یہ آرٹیکل عالم اسلام کے ایک مایہ ناز اور مشہور عالم شیخ ابو الحسن سندھی (ت:1138ھ) کے محدثانہ خدمات کا احاطہ کرتا ہے۔ شیخ ابو الحسن السندی اپنے دور کے بڑے عالم گذرے ہیں، ان کی ولادت سندھ کے علمی مرکز ٹھٹہ میں

ہوئی اور وہیں پر تعلیم حاصل کی اور تدریس کے ذریعے علم کی اشاعت کرنے لگے۔ مزید علم کے شوق نے آپ کو حرمین شریفین جانے پر مجبور کیا۔ آپ نے وہان جا کر اپنے دور کے اساطین علم سے استفادہ کیا اور علوم سے بہرہ ور ہوئے۔ حرمین شریفین میں علم حاصل کرنے کے بعد وہیں ٹھہر گئے اور تشنگان علوم کی علمی پیاس بجھانے لگے۔ آپ کی وفات بھی وہیں پر ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ نے اپنی پوری زندگی علم حدیث میں صرف کی اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان میں اپنالوہا منوایا۔ آپ نے صحاح ستہ سمیت حدیث، فقہ اور تفسیر کی کتابوں پر حواشی تحریر کئے، جو اختصار اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کے حواشی دریا کو کوزے میں بند کرنے مصداق ہیں۔ عرب و عجم کے علماء آپ کے حواشی سے استفادہ کرتے ہیں اور داد دیئے بغیر نہیں رہتے۔ مسند امام احمد کی شرح کرنے میں آپ پہل کرنے والے ہیں، اس سے پہلے مسند امام احمد کے دیگر پہلوؤں پر تو کام ہوا ہے، لیکن کسی نے باقاعدہ اس کی شرح نہ لکھی۔ اسی طرح آپ کو بر صغیر میں صحاح ستہ پر شرح لکھنے کے لحاظ سے بھی اولیت حاصل ہے۔

اس مقالہ میں آپ کے حدیث کے لئے خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور ہر کتاب کے حواشی پر سیر تبصرہ کیا گیا ہے۔